Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 229-242
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

انحطاطِ اندلس کے تناظر میں مغرب کا تصورِ اسلام: تاریخی، فکری اور تہذیبی تجزیہ

Western Constructions of Islam after the Fall of Al-Andalus: A Historical, Intellectual and Civilizational Analysis

1. Hafiz Syed Saqib Ali hafizsaqibmajid786@gmail.com	*PhD Scholar, Department of Islamic Studies, National College of Business Administration & Economics (Al-Hamra University), Lahore, Sub-Campus Bahawalpur.*
2. Dr. Tanveer Akhtar t.akhtar1433@gmail.com	*Assistant Professor, National College of Business Administration & Economics (Al-Hamra University), Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*

How to Cite:	Hafiz Syed Saqib Ali and Dr. Tanveer Akhtar. 2026: "Western Constructions of Islam after the Fall of Al-Andalus: A Historical, Intellectual and Civilizational Analysis". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 229-242.
Article History:	**Received**: 01-03-2026	**Accepted**: 20-03-2026	**Published**: 31-03-2026
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, ADVANCED SCIENCE INDEX, CiteFactor Academic Scientific Journals, ASIAN Research Index, SCI, Google Scholar, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, اردو جرائد اشاریہ, ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

انحطاطِ اندلس کے تناظر میں مغرب کا تصورِ اسلام: تاریخی، فکری اور تہذیبی تجزیہ

Western Constructions of Islam after the Fall of Al-Andalus: A Historical, Intellectual and Civilizational Analysis

1. **Hafiz Syed Saqib Ali**
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
National College of Business Administration & Economics (Al-Hamra University), Lahore, Sub-Campus Bahawalpur.
hafizsaqibmajid786@gmail.com

2. **Dr. Tanveer Akhtar**
Assistant Professor,
National College of Business Administration & Economics (Al-Hamra University), Lahore, Sub-Campus Bahawalpur.
t.akhtar1433@gmail.com

Abstract

This paper critically investigates the reconfiguration of Western perceptions of Islam in the aftermath of the decline of Al-Andalus, situating this transformation within a comprehensive historical, intellectual, and civilizational framework. During the centuries of Muslim rule in Iberia, Islamic civilization played a pivotal role in shaping Europe's intellectual and cultural landscape through significant contributions in science, philosophy, medicine, and the arts. However, the collapse of Al-Andalus marked not merely a political transition but a profound epistemic shift in the nature of Muslim Western relations. The study argues that Western representations of Islam increasingly transitioned from modes of intellectual exchange and coexistence to ideologically constructed narratives shaped by religious polemics, ecclesiastical authority, and emerging aspirations of political and civilizational dominance. It examines how the institutional role of the Church, the legacy of the Crusades, and the gradual emergence of proto-orientalist thought contributed to the systematic reimagining of Islam as the "Other" a civilization portrayed as inferior, regressive, and antithetical to progress. Furthermore, the paper analyzes the selective appropriation and marginalization of Islamic intellectual heritage within Western historiography, highlighting how Andalusian contributions were often absorbed into European narratives while their origins were obscured. It also considers the internal fractures within Muslim political and social structures that facilitated the decline, thereby enabling the West to assert ideological supremacy. By offering a critical reassessment of these historical processes, this study challenges reductionist and Eurocentric interpretations and underscores the enduring yet underacknowledged impact of Islamic civilization on the making of modern Europe. It concludes that many dominant Western perceptions of Islam are deeply rooted in historically contingent power structures, cultural contestation, and inherited intellectual biases rather than objective scholarly inquiry.

Keywords: *Al-Andalus, Western Perceptions of Islam, Islamic Civilization, Orientalism, Civilizational Discourse.*

تمہید و تعارف

اندلس کا زوال اسلامی تاریخ کا وہ باب ہے جس نے نہ صرف مسلم دنیا کو تہذیبی طور پر متاثر کیا بلکہ مغرب کی علمی و فکری تشکیل پر بھی گہرے اثرات چھوڑے۔ مسلمان جب آٹھ صدیوں تک یورپ کے قلب میں علمی برتری، تہذیبی عروج اور سیاسی

استحکام کے ساتھ موجود رہے تو مغرب نے اسلامی تہذیب کو قریب سے دیکھا، اس سے سیکھا اور اسے اپنے فکری ورثے کا حصہ بنایا۔ لیکن جب اندلس کا سیاسی و علمی نظام زوال کا شکار ہوا تو مغرب کے نقطہ نظر میں اسلام کی تفہیم بھی بنیادی تبدیلیوں سے گزری۔ انحطاطِ اندلس کے بعد مغرب میں اسلام کو دیکھنے کا انداز محض علمی تعامل کا نتیجہ نہیں رہا بلکہ اس میں مذہبی کشمکش، سیاسی برتری کی خواہش اور عسکری فتوحات کا جذبہ شامل ہوتا گیا۔ اندلس کے مسلمانوں کے علمی اداروں کا انہدام، کتب خانوں کی تباہی، اسلامی علوم کا بکھر جانا اور مسلمانوں کی اجتماعی شناخت کا بحران وہ عوامل تھے جنہوں نے مغرب کو اسلام کے بارے میں نئی تعبیرات اختیار کرنے پر مائل کیا۔ اس تبدیلی کا اثر مغربی فلسفے، تاریخ نگاری، تھیولوجی اور معاشرتی شعور میں واضح طور پر محسوس ہوتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اندلس کے زوال نے مغرب کو ایک ایسا ذہن عطا کیا جس میں اسلام کو شکست خوردہ تہذیب، روبہ زوال معاشرہ اور غیر ترقی یافتہ مذہب کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی مغربی مفکرین نے اندلسی علمی سرمایہ کو اپنی تہذیب کی بنیادوں میں شامل کرتے ہوئے اسلام کے اصل کردار کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس کے بعد اسلام کی تفہیم میں مغرب کا رویہ زیادہ تر ناقدانہ، تعصب آمیز اور استشراقی رنگ لیے ہوئے نظر آتا ہے۔ یہ مقالہ اسی تناظر میں مغرب کے نقطۂ نظر کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ اندلس کے زوال کے بعد مغرب نے اسلام کو کن زاویوں سے دیکھا، کن فکری محرکات نے اس تصور کو تشکیل دیا، اور اس کے اثرات بعد کی صدیوں میں کس طرح علمی، تہذیبی اور سیاسی سطح پر ظاہر ہوئے۔ اس تجزیے سے یہ حقیقت واضح ہوگی کہ اندلس کا سقوط کسی ایک خطے کا سانحہ نہیں تھا بلکہ اس نے اسلامی تہذیب اور مغربی فکر کے باہمی تعلقات پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔

تیرہویں صدی عیسوی دراصل مسلمانوں کی زوال کی صدی تھی اسی صدی میں جہاں مشرقی عالم اسلام روبزوال تھا وہیں مغربی عالم اسلام بھی روبزوال ہوا۔ مغربی عالم اسلام پر نسل پرستی تعصب اور مسلمانوں کی کمزوریوں نے بہت گہرے اثرات ڈالے۔ حقیقت یہی ہے کہ صلیبی جنگوں کے بعد بطور تلوار مغرب سے اسلام کو ختم کیا گیا۔ مسلم ثقافت کو جبری طور پر بے دخل کر دیا گیا، ہر وہ نشان جو اسلام کی عظمت کو واضح کرتا تھا اس سے مٹا دیا گیا۔ اس دور میں خود مغربی لوگ بھی پریشان تھے بلکہ صاحبان اقتدار بھی تعصب سے بھرے ان کلیسائی پروردہ ذہنوں کی کاروائیوں پر عدم اطمینان کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ صرف اندلس کی روح کا نہیں بلکہ انسانیت کی فلاح کا بھی انہدام تھا۔ یہ سب کچھ یورپ کے تعصب اور نسل پرستی کا نتیجہ تھا جس کی وجہ سے مسلمان اور یہودی دونوں کو جزیرہ نما آئبیریا سے جبراً بے دخل کر دیا گیا تھا۔ کسی کو بھی نہیں بخشا گیا۔[1]

انحطاط اندلس دراصل مغرب کی تاریخ کا وہ سیاہ باب ہے جس کے بعد اہل مغرب نے مجاہرانہ طور پر یہودیت و اسلام کو اپنے خطے سے نکالنے کی کوشش کی اس سلسلہ میں انہوں نے کوئی رعایت نہ دی بلکہ مسلمانوں کی تاریخ کو سرے سے ہی مٹانے کی کوشش کی گئی۔ سپین کے حکمرانوں نے مسلمانوں کی تاریخ کو مٹانے یا اسے بدلنے کی کوشش کی۔ چارلس پنجم بھی اس وقت حیران رہ گیا کہ کیسے اس کے حکام نے مسجد قرطبہ کو کیتھڈرل میں تبدیل کرنے کے لیے اس کی صورت ہی بگاڑنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے لازوال الفاظ دہرائے اور کہا کہ میرے افسروں نے دنیا سے ایک گوہر نایاب چھین لیا ہے اور اس کو ایک ایسی چیز میں بدل ڈالا ہے جو پہلے بھی ہر کہیں موجود ہے۔ چارلس نے از خود بھی یہ مشق الحمرا کے محلات میں دہرائی مگر شکر ہے کہ الحمرا میں یہ صورتحال نہیں ہوئی کیونکہ اس کی کوئی مذہبی شناخت نہیں ہے۔[2]

صلیبی جنگوں کو جس تقدس کے تناظر میں پیش کیا گیا اس کا حتمی ولازمی نتیجہ یہی تھا کہ مارو یا مر جاؤ تلوار کے بغیر یہ کام ممکن

ہی نہیں تھا پھر انہوں نے نہ صرف مفتوحہ علاقے واپس لیے بلکہ بزور بازو وہاں سے اسلام کا ہاتھ نشان ختم کیا۔ تعصب، نسل پرستی، مختلف مفروضات، نفرت کا اظہار، ہمہ جہت سعی نے ان کو اس بات پر امادہ کیا کہ وہ میدانی، معاشی، معاشرتی، ثقافتی، سائنسی و تحقیق کی بنیادوں پر مسلمانوں کو شکست دیں۔ عبید اللہ فہد فلاحی کے مطابق اسلامی سیاست اور مسلم مفکرین کے سیاسی افکار پر مغرب کی جانب سے متعدد اشکالات قائم کیے جاتے ہیں اور ان میں سے بیشتر اس کے مزعومہ تصورات اور مفروضہ نظریات کی پیداوار ہوتے ہیں یا پھر صلیبی ذہن کی کارفرمائی کی وجہ سے یہ محقق اسلام کے خلاف متعصبانہ رویہ اپناتے اور اس کے تئیں علم و تحقیق کے نام پر اپنی نفرت و عداوت کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض مستشرقین ایسے بھی ہیں جو بظاہر علمی دیانت اور تحقیقی متانت کا رویہ اختیار کرتے ہیں مگر منظم و مربوط مطالعہ کی کمی، اسلامی میراث کی تمام ابعاد و جہات سے ناواقفیت اور بسا اوقات عربی زبان پر عبور اور دسترس کے فقدان کی وجہ سے غلط نتائج بحث تک پہنچتے اور غلط فہمی، ژولیدہ فکری اور ابہام کا ذریعہ بنتے ہیں۔[3]

اس تناظر میں اہل مغرب سے بہت زیادہ غلطیاں ہوئیں حتی کہ انہوں نے اگرچہ اپنے مقاصد میں کامیاب بھی حاصل کی لیکن دنیا کو بہت سارے فوائد سے محروم کر دیا یہاں سے اہل مغرب کی استعماریت کا دور شروع ہوتا ہے جہاں باقی تمام مذاہب کا استحصال کیا گیا اور یہ روش چل پڑی اور اج بھی مغرب اسی پر قائم ہے اگرچہ اس کے ابتدا اہل کلیسا سے تھی لیکن اس کی انتہاء سیکولر طاقت کی شکل میں نمودار ہوئی۔

مغربی مفکرین اور قلم کاروں کا بالعموم ایقان یہ ہے کہ چونکہ وہ سائنس و ٹکنالوجی، علوم و معارف اور سیاسی و فوجی قوتوں کے مالک ہیں اور دنیا کا بیشتر حصہ سیاسی، معاشی، تمدنی طور پر ان کے زیر نگیں ہے اس لیے اُنہی کی تہذیب بالادست، آفاقیت سے متصف، ترقی یافتہ، انسانیت نواز اور امن و آشتی پیدا کرنے والی تہذیب ہے اور صرف اُسی تہذیب کے اندر بقاء، دوام، تسلسل اور نافعیت کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔[4]

اہل مغرب یہاں آکر تحقیق کی سطح پر بھی وسیع پیمانے پر بے انصافی کی مرتکب ہوئے ہیں۔ مثلاً ان تمام تحقیقات کو نقل کر کے اپنے نام سے منسوب کرنا اور اپنے کارناموں میں شمار کرنا جو ان کا ذاتی فریضہ تھا ہی نہیں۔ ثقافتی سطح پر ان کے اندر اتنی گہرائی نہیں تھی جتنی بعد کے ادوار میں دیکھنے میں آئی یہ تمام تر تبدیلی مسلمانوں سے چرائی گئی تھی۔ اہل مغرب میں روشن خیالی کی ابتداء، علوم تحقیق میں رغبت، ثقافتی و معاشرتی سطح پر انفرادی اقدامات، موثر تہذیبی کاروائیوں سے لے کر تمام بڑے بڑے امور مسلمانوں کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ یہاں آکر اہل مغرب کو کئی مغالطے بھی لگے یہیں سے اہل مغرب نے کچھ مفروضات قائم کیے جن کا سلسلہ طویل تر ہوتا گیا۔ مثلاً دوسری تہذیبیں پسماندہ، ظلمت پسند، رجعیت کی علم بردار، ترقی و روشن خیالی کی مخالف اور نفع رسانی اور آفاقیت سے محروم ہیں اس لیے انہیں بقا اور دوام حاصل نہیں ہوسکتا۔[5] مغرب کا یہ دور خالصتاً مذہبی نہیں تھا بلکہ یہ دور معاندانہ کاروائیوں پر مشتمل تھا جس کا حتمی نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب دین بیزار ہو گیا کیونکہ جس روش پر وہ چل نکلا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا۔ اس تناظر میں ابھی بہت سے سوالات حل کرنا ضروری ہے ابھی بہت سے امور میں تحقیق باقی ہے۔ اہل مغرب نے بھلے ہی اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کی ہو لیکن جس نقطہ نظر سے اس کا آغاز تھا وہ خالصتاً مذہبی تھا اس میں سے بہت بڑی شکست ہوئی۔

ان ثقافتوں اور تہذیبوں نے تاریخ کے بعض ادوار میں کچھ خدمات انجام دی ہوں گی اور انسانیت کو کچھ فیض پہنچایا ہو گا مگر اب ان کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہے۔ ماضی میں موثر عوامل اور تاریخ کے اوراق پریشاں کے طور پر ان کا مطالعہ تو کیا جاسکتا ہے، ان پر بحث و تحقیق ہوسکتی ہے، ان کے تاریخی کردار کو اجاگر کرنے کے لیے متخصصانہ معاہد اور اکیڈمیاں قائم کی جاسکتی اور

انہیں شاہانہ مالی امداد بھی دی جاسکتی ہے مگر آج کی دنیا میں ان کا کوئی قابل ذکر کردار نہیں ہے اور وہ از کار رفتہ ہو چکی ہیں۔[6]

جہاں پر مغربی اقوام نے شدت پسندانہ رویہ اختیار کیا وہیں پر یہ اپنے حقیقی اقدار سے بھی محروم ہو گئے اور یہ سمجھنے لگ گئے کہ مغرب کی تاریخ سے ہی دنیا کی تاریخ وابستہ ہے بلکہ انحطاط اندلس کے بعد جن نعروں اور مفروضوں کی بنیاد پر انہوں نے یہ پوری فتح حاصل کی تھی اب اس کی فتح کے پھل سے عیسائیت بطور تہذیب محروم ہو گئی اسی وجہ سے اس نے بہت زیادہ دانشور اور محققین کو اپنے مخصوص نظریات کے پیش نظر پھانسیوں پر لٹکایا لیکن یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ تہذیبی اعتبار سے اہل مغرب کی یہ شکست تھی اگرچہ تمدنی اعتبار سے یہ ان کی فتح تھی لیکن اس فتح کی بنیاد استعماریت کے سوا کچھ نہ تھی۔ کیونکہ ان کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ ان کو جو تقدس حاصل ہے پوری دنیا میں بلکہ پوری انسانیت میں ایسا تقدس کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ اس وجہ سے ان میں ایک نہ ختم ہونے والا جنگ سلسلہ شروع ہوا جس نے اہل مغرب کو استحصالی جنگوں میں جھونک دیا۔

مغرب کا دوسرا امز عومہ یہ ہے کہ اس کی تاریخ ہی عالمی تاریخ ہے اور اس تاریخ کی کشاکش سے جو فکر نمودار ہوئی وہی عالمی فکر ہے۔ اس کی تاریخ میں مذہب اور علم کے درمیان جو جنگ برپا ہوئی اور اس کے نتیجے میں مذہب کو ریاست اور معاشرہ سے بے دخل کر دیا گیا، کلیسا نے دانشوروں اور سائنس دانوں کی تکفیر و تفسیق کی جو مہم چلائی اس کے خلاف زبردست ردّ عمل رونما ہوا اور نشاۃ ثانیہ کے نام پر بے قید اور لا مذہب افکار و نظریات کا ریلا یوروپ میں آیا اور سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، تعلیم، آرٹ، فنون لطیفہ اور دوسرے علوم کے میدانوں میں ملحد اور بے دین مفکرین، دانشوروں اور سائنس دانوں کی جو کھیپ کی کھیپ نکلی وہی منہج علم و تحقیق، آزادئ فکر اور اباحی روّیہ ہی انسانیت کی معراج ہے۔[7]

اہل مغرب نے جہاں اسلامی تہذیب کو مغرب سے بزور بازو نکالنے کی ٹھان لی تھی وہیں پر وہ تمام مذاہب سے بالخصوص عیسائیت سے بھی کٹ کر رہ گئے۔ یہ سلسلہ تکفیریت ہی تھا جس نے عیسائیت کو جہاں اسلام کے خلاف کھڑک گیا تھا وہیں عیسائیت سے بیزار بھی کر دیا۔ اگلے ادوار میں آکر ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ مذہبی پابندیاں ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہیں۔ کاش یہاں اہل مغرب میں سے کوئی اس امر کی طرف بھی غور کرتا کہ انحطاط اندلس کے سے قبل دنیائے مغرب کو اہل کلیسا سے کیسے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے تھا بہر حال اس دور میں آکر اسلام کی تفہیم سے بات نکل کر آگے جا پہنچی اور مذاہب کی تفہیم بلکہ عدم ضرورت کے نعرے بلند ہوئے۔ اسی دور میں عیسائیت میں اصلاحی تحریکیں بھی شروع ہو گئیں جو اگرچہ اہل مذہب کی طرف سے اٹھائی گئی تھی لیکن اس وقت دنیا عیسائیت کا مذہب ہے ان پیچیدگیوں میں تبدیل ہو چکا تھا جن سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ یہیں سے بنیاد پرستی کے خلاف خلاف مغرب میں اوازیں بلند ہونے لگ گئیں جو آنے والے صدیوں میں مزید بڑھتی گئیں۔ بنیاد پرستی کا یہ سلسلہ جو کہ صلیبی جنگوں کا بھی پیش خیمہ تھا اور انحطاط اندلس کا بھی پیش کرنا تھا۔ "بنیاد پرستی" واضح طور پر عیسائی مذہب اور اس کی تاریخ کا ایک امر واقعہ ہے، اسے اسلام کے نظریے اور تحریک کے تناظر میں دیکھنا قرین انصاف نہیں ہے۔[8]

ماضی قریب کی مغربی تاریخ میں یہ اصطلاح امریکہ کے ان انجیلی لوگوں کے لیے استعمال کی جاتی رہی ہے جو بائبل کی لفظی تعبیر کے علم بردار اور کنواری مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت پر ایمان رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی نظر میں نہ صرف ذاتی سیرت و کردار مسیحی اخلاقیات پر مبنی ہونا چاہیے، بلکہ سماجی اور اجتماعی زندگی کی بنیاد بھی مسیحی اخلاقیات ہے۔ انہوں نے مغربی زندگی اور ثقافت کے بعض پہلوؤں پر کڑی نکتہ چینی کی اور انہیں مسیحی اخلاقیات سے کھلا انحراف قرار دیا۔ ان گروہوں کو مخالفین نے انتہا پسند اور جنونی قرار دیا، اس لیے ان کے لیے 'بنیاد پرست' کی اصطلاح منفی معنوں میں استعمال ہونے لگی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خود

عالم مغرب میں ایک جنگی سلسلہ شروع ہو گیا ان لوگوں نے طاقت کے بلبوتے پر نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام دنیا پر راج کرنے کا خواب دیکھا۔ یہ تہذیبی برتری کا دور نہیں تھا بلکہ نسلی تفوق کا جنون تھا جس کی ابتدا کلیسا کے ان نظریات سے ہوئی کہ یہ اللہ کی منتخب کردہ قوم ہے اللہ کو اس قوم سے بڑا پیار ہے ان کو نسلی تفوق حاصل ہے یہ باتیں ان کے ذہنوں میں اس قدر راسخ ہو چکی تھیں کہ بے دینی کے بعد بھی یہ ان کے ذہنوں سے یہ نقوش نہ مٹایا جا سکے۔ اہل مغرب کی آپسی جنگیں مقدس نہیں تھیں بلکہ اسی اقدامات پر کی گئی تھی جو انحطاط اندلس کے بعد ان میں راسخ ہو چکے تھے۔

1492ء میں سقوطِ غرناطہ کے بعد، تمام جزیرہ نما آیبریا میں مسیحی حکمرانوں کے زیر کنٹرول تھا۔ اس قبضے کے بعد سلسلہ وار (1499ء–1526ء) کلیسا کے پادریوں نے ہسپانیہ کے مسلمانوں کو مذہبی تبدیلی پر زبردستی کیا گیا، جنھیں بعد میں 1609 میں شاہ فلپ سوم کے فرمانوں کے ذریعہ یورپ کا جزیرہ نما آیبریا سے سب کے سب شمالی افریقہ کی طرف بے دخل کر دیے گئے۔ پادری اعظم نے قصر الحمراء پر لہراتا صدیوں پرانا پرچم اسلامی اتار کر صلیب کو نصب کر دیا اور اس طرح سقوط غرناطہ کے ساتھ ساتھ اندلس میں مسلمانوں کا آٹھ سو سالہ حکمرانی کا سورج بھی غروب ہو گیا۔ سو سال کے اندر اندر مسیحیوں کے ظلم وستم کے باعث لاکھوں مسلمان ہجرت کر کے مراکش اور شمالی افریقہ میں آباد ہو گئے ان کے قبائل آج بھی وہاں مہاجر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا اور بیشمار اہل ایمان مسیحی ظلم وستم کی تاب نہ لا کر مسیحی بن گئے۔[9]

گستاخانہ تحریک

سقوط اندلس سے قبل ایک مذہبی تحریک نے جنم لیا اگرچہ عربی مصادر میں اس کی نشاندہی نہیں کی گئی البتہ جن حضرات نے تاریخ اندلس پر لکھا ہے ان میں سے کچھ نہیں اس تاریخ کا تذکرہ کیا ہے یہ ایک مذہبی تحریک تھی جس کا کام اجتماعی طور پر رسالت ماب ﷺ کی گستاخی کرنا تھا۔ لکھا ہے کہ:

> اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم ازادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں ان کی طبائع کی کجروی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ اندلس کے پادری کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے۔ لیکن اسلامی حکومت کی روادارانہ روش نے عیسائیوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کا موقع نہ دیا۔ اسی لیے انہوں نے چند غالی عیسائیوں میں یہ تحریک پیدا کی کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے اس لیے حکمرانوں کو مشتعل کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تا کہ روح کا تزکیہ وتقدیس ہو سکے۔[10]

یہ بنیادی طور پر کوئی عوامی تحریک نہیں تھی یہ اہل کلیسا کے مخصوص لوگ تھے جو طبعی طور پر جنونی تھے اس تحریک کا بانی یولوجیس (Eulogius) تھا۔ عیسائیت اس کو مذہبی رہنما سمجھنے لگی کیونکہ یہ راہبانہ زندگی سے ان لوگوں کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوا اس نے عیسائیت میں فدائیت کا جذبہ پیدا کیا حتیٰ کہ سلسلہ وار اس نے رسالت ماب ﷺ کی گستاخیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس تحریک کو کامیاب کرنے کے لیے فلورا نامی ایک دوشیزہ اور ایک نہایت ہی دولت مند عیسائی الوارو نے ابتدائی طور پر یولوجیس کا مکمل ساتھ دیا۔ پھر یہ لوگ مسلمانوں کے مجمع میں جاتے برملا رسالت مآب کی توہین کرتے ہیں اور اس طرح مارے جاتے ہیں چنانچہ پادری پرفیکٹس کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ اسے شہید ملت کا درجہ دیا گیا قرطبہ کا بشپ اسے اٹھا لے گیا اور اسے مسیحی تبرکات کے ساتھ دفن کیا گیا۔ اس کے بعد ایک اور پادری جس کا نام آئیزک تھا اس نے قاضی اسلام کے سامنے یہی کاروائی شروع کی۔[11] اس طرح ان لوگوں

کو اہل کلیسا نے استعمال کر کے اپنے مظلومیت ظاہر کرنے کی کوشش کی، اس کے نتیجے میں اتحاد بھی ہونے لگا، ساتھ ہی ساتھ عیسائی عوام کو برانگیختہ کرنے کی راہ ہموار بھی ہوئی۔ اسی وجہ سے ان کو عیسائیت میں افضل شہداء قرار دیا جاتا ہے ان کے حوالے سے جو قصائد پڑھے گئے اہل کلیسا نے ان کو عوامی جذبات بھڑکانے کے لیے استعمال کیا۔

مغرب پر اسلام کے اثرات

مغرب جہاں جہالت نے دیرے ڈال دیے تھے علم و حکمت، اخلاق حسنہ، اقدار عالیہ، علمی و تحقیقی کمالات، دنائی و حکمت سے یکساں طور پر لا تعلق تھا اسلام نے اس کو بکھرے ہوئے نظم کو جوڑا، علمی و تحقیقی میدان ہو یا ثقافتی سطح ہو یا معاشرتی اقدار ہوں اسلام نے ان کو بہت اونچا کیا اور مغرب میں ایسی چیزیں متعارف کروائیں جن سے مغرب اس وقت تک بالکل لاعلم تھا۔ چنانچہ عبد الرحمن الناصر کے دور میں سائنسی علوم کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کی وجہ سے سائنسی طریقہ کار کو فروغ دیا گیا۔ علم نباتات، علم حیوانات، علم کیمیا، علم طب، علم ریاضی، علم ہیئت، علم جغرافیہ اور علم ہندسہ میں یہاں کے محققین نے خاص مقام حاصل کیا اور ایسی تحقیقات چھوڑی جو رہتی دنیا تک اپنے اثرات مرتب کرتی رہیں گی۔ یہاں کی تعلیمی معیار میں اس قدر ترقی ہوئی کہ سو فیصد تک شرح خواندگی جا پہنچی۔ افریقہ اور مغرب سے لوگ بغداد کا سفر کرتے عراق جاتے وہاں سے بالخصوص علم طب میں مہارت کرتے بلکہ جدید علوم میں کمالات حاصل کرتے۔ ابو القاسم زہراوی، یونس الحرانی، ابن سلیمان اور ابن جزار جیسے عظیم سپوت اسی دھرتی تعلق رکھتے ہیں۔

سقوط اندلس کے اسباب

یہاں یہ اس بات کی وضاحت مطلوب ہے کہ مغرب کی طرف سے کن اقدامات کی بنا پر مسلمانوں نے مغرب میں اپنا مقام کھویا اور مغرب سے ان کا صفایا کیا گیا۔ اس ضمن میں ایک وہ ہیں جو خود مسلمانوں کے غفلت سے ہیں جن میں خلافت کا تقسیم ہونا فرقوں کی لڑائیاں کی وجہ سے ملکی شوکت کا ختم ہو جانا۔ مسلمان حکمرانوں کا ناتجربہ کار و ناعاقبت اندیشی کا مرتکب ہونا۔ لیکن ان تمام چیزوں سے اتنا زیادہ نقصان نہ ہوا جتنا ان اقدامات سے ہوا جو مغرب کی طرف سے اٹھائے گئے تھے بالخصوص اہل کلیسا نے جن جھوٹوں کی بنا پر عیسائیت کو متحد کیا ان میں سے نمایاں طور پر ایک توگستاخی کی تحریک تھی جس میں عوامی سطح پر عیسائیت کو جمع ہونے کا سامان مہیا کیا جس کا تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے۔

اہل کلیسا کی کارگزاریاں

اس سلسلہ میں پہلے نمبر پر انہوں نے گستاخ تیار کیے اور ایک منظم تحریک کے پسے پردہ مسلمانوں کے خلاف عیسائی عوام کو کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن اس مسئلے میں وہ ناکام رہے کیونکہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ حسن سلوک ان کو اس چیز پر آمادہ نہ کر سکا۔ دوسری چیز یہ ہوئی کہ بیت المقدس پر مسلمانوں کی حکومت تھی دنیائے مغرب کی وابستگی چونکہ عیسائیت کے ساتھ تھی مغرب سے ہزاروں افراد اکٹھے ہو کر بیت المقدس کی زیارت کو آتے تھے ان میں زیادہ تر بدکار لوگ ہوتے جن کو گناہ بخشوانے کے لیے پادری حضرات یہاں طلب کرتے تھے۔ اسی تناظر میں پیر کرم شاہ لکھتے ہیں کہ:

> عیسائیوں کی زیارت فلسطین جاری ہے اور روز بروز بڑھتی گئی ان زائرین کے بعض گروہ توفی الواقع ایک فوج کی حیثیت رکھتے تھے ایک کسی رچرڈ اپنے ساتھ ساتھ سو ادمی لے گیا وہ وہاں تک نہ پہنچ سکے اور سائبر رس واپس

آئے ایک ہزار چوبیس میں شیر فرائے میانس کا بطریق اور چار بطریق اور اپنے ساتھ سات ہزار زائرین کا گروہ لے گئے ان میں بہت سارے سردار اور امراء جو بدیوں اور ترکمانوں سے لڑتے تھے۔[12]

یہ شریر لوگ ہوتے ہیں یہ یہاں آکر مسلسل فساد کرتے رہتے ہیں یہ زائرین مسلم علاقوں میں آزادانہ حیثیت سے داخل ہوتے اور ملک کی قوانین کو پس پشت ڈال دیتے تھے جس پر عیسائی زائرین کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ ملک کی قوانین کا احترام کریں اور راستے کی آبادیوں سے تعارض نہ کریں۔ چنانچہ قانون کی پابندی ان لوگوں کو اپنے ازادی پر حملہ نظر ائی ان پابندیوں کے نتیجے میں مغربی یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کے اگ بھڑک اٹھی اور مقامات مقدسہ اور ان تک پہنچنے کے راستوں کو مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کروانا دینی فریضہ قرار پایا۔[13] چنانچہ زلاقہ، منازکرد کی جنگوں کے بعد عیسائیت میں اتحاد ہوگیا۔ مشرقی کلیسا اور مغربی کلیسا میں فکری یگانگت پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں یہ بڑی چالاکی سے بلکہ مذہبی تقدس کے حصول کے لیے سلسلہ وار جنگیں شروع ہوئیں جن کو صلیبی جنگیں کہا جاتا ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ 800 سالہ اس دور میں عیسائی عوام کی طرف سے جبر و اکراہ، مظالم و مصائب، ذاتی معاملات میں مداخلت کی وغیرہ کی شکایت موصول نہ ہوئی۔ سقوط غرناطہ پر مغربی عیسائی عوام نے مسلمان حکومت کے حق ووٹ دیا۔ ان کے طریقہ کار پر اعتماد کا اظہار کیا کاش کہ مغربی مفکرین ان چیزوں پر کبھی غور کرتے لیکن لگتا ہے ایسے ہی ہے کہ وہاں کے قلم کاروں کو بھی انہی پابندیوں کا سامنا تھا جو عوام کے لیے درد سر بن چکی تھیں۔

بیت المقدس کی آزادی اور مذہبی فریضہ

دنیائے عیسائیت کو بیت المقدس میں آنے جانے کی پوری آزادی حاصل تھی ان پر کوئی پابندی نہیں تھی نہ ہی بیت المقدس کو مقبوضہ علاقہ قرار دے کر کوئی ایمرجنسی لگائی گئی تھی۔ اس کے باوجود اہل کلیسا نے پہلے مخصوص شرارتوں کے ذریعے سے یہاں کا نظم و نسق بگاڑا پھر اس کو آزاد کروانے کو مذہبی فریضہ قرار دے دیا بلکہ تمام فرائض میں سے سب سے اہم فریضہ قرار دیا گیا۔

آیات کی غلط تشریح

اس کے بعد جو کاروائی اہل کلیسا نے کی وہ صلیبی جنگوں کو تقدس فراہم کرنا تھا جس کے لیے باقاعدہ طور پر بائبل سے آیات سے استدلال کیا جانے لگا یہ استدلال بالکل باطل تھا جس کے بطلان پر خود اندر سے یہ آوازیں اٹھیں لیکن یہ سلسلہ بھی کامیاب ہوا چنانچہ فرانس کے مشہور شہر کلیر ماؤنٹ کے ایک کنیسا میں جس میں پانچ صد سے زائد بشپ درجن سے زائد آرچ بشپ اور ہزاروں کی تعداد میں عوام تھی، اربن ثانی نے ایک آیت سے غلط استدلال کرتے ہوئے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا کہ اس وقت جو شخص اپنی صلیب نہ اٹھائے گا اور میرے ساتھ نہ چلے گا وہ میرا پیرو نہیں۔[14] اسی طرح حجاز مقدس کو اپنی وراثت قرار دے دیا گیا آیات کی تاویلات کر کے یہ واضح کیا گیا کہ یہ مقام ہمارا ہے اور ہماری کتابوں میں یہ مذکور ہے۔ اسی پوپ نے اسی تقریر کے دوران کہا کہ:

یہ سرزمین تمہاری وراثت ہے ان سے ان کافروں کا کوئی واسطہ نہیں اس مقدس سرزمین کے بارے میں تورات کا کہنا ہے کہ اس میں دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہیں۔[15]

مادی فوائد کا لالچ

ادنی افراد تھے ادنی افراد اپنے حقوق کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے۔ اہل کلیسا نے اسی تناظر میں ان کو کئی بنیادی حقوق دینے کا اعلان بھی کیا جن کا تعلق مادی فوائد سے تھا جیسا کہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

> اہل کلیسا نے چھوٹی اولاد کو وراثت سے محروم کر دیا تھا اس جنگی تناظر میں انہوں نے یہ اعلان کیا کہ جو اس جنگ میں شریک ہو گا اسے وراثت کا حق دیا جائے گا اسی وجہ سے اس جنگ میں کثیر تعداد میں بچے اور عورتیں بھی شامل ہوئیں۔[16]

اسی طرح وہ کاشتکار جو باقاعدہ طور پر زمین کے غلام تھے ان کو آزادی کا لالچ دیا گیا۔ وہ راہب جو خانقاہی زندگی سے مشقتوں کی وجہ سے تنگ آ چکے تھے ان کی بڑی تعداد بھی اس سلسلہ میں شامل ہوئی۔ کچھ لوگوں کو اس میں گناہ بخشوانے کا وعدہ کیا گیا کچھ وہ تھے جو قرضے کی ادائیگی سے بچنا چاہتے تھے جن پر بہت زیادہ قرضہ تھا کچھ وہ افراد تھے جو اپنے خاندانوں سے بھاگے ہوئے تھے واپس جانا چاہتے تھے بہت سارے سزا یافتہ مجرم بھی اس سلسلہ میں شامل ہو گئے کیونکہ وہ اس سزا سے جان چھڑانا چاہتے تھے غلاموں کی ایک بڑی تعداد کو یہ لالچ دیا گیا کہ ان کو ان کے اکاؤنٹ سے نجات مل جائے گی۔

تجارتی مقاصد

کچھ لوگوں کو تجارتی مقاصد بھی یاد آئے بلکہ اٹلی کے جو شہری اس پہلے محاربے میں شریک ہوئے ان کی اصل غرض یہ تھی کہ اپنی تجارت کو پھیلائیں اور مشرق کی سواحل پر اپنا خاص حقوق قائم کریں۔[17] ان چیزوں نے مشترکہ مفاد کی وجہ سے اگرچہ ان کو وقتی طور پر متحد کر دیا بعد میں قیصر روم کی وجہ سے اختلاف بھی ہوا لیکن مسلمانوں کو اس وقت اس جیسے مذہبی جذبات نہیں تھے۔

سقوط غرناطہ کے تناظر میں مغرب کی حماقتیں

اگرچہ اہل مغرب آج تک یہی رونا روتے آئے ہیں کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے دنیا پر حکومت قائم کی تھی لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اہل مغرب نے جتنے تلوار چلائی ہے اور دنیا کی جتنی زمین خون سے رنگین کی ہے اس کے نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ ان کا مقصد انسانیت کا قتل ٹھہرا انہوں نے مقامات مقدسہ کا بھی لحاظ نہ کیا جو خود ان کے نزدیک مقدس ترین مقام ہے خود اس میں قتل وغارت کرتے رہے اسی طرح بچوں کو ذبح کرتے رہے عورتوں اور بوڑھوں کو بھی بلا امتیاز قتل کرتے رہے۔

اہل مغرب کو مسلمانوں کی فتوحات کے بعد اور اہل صلیب کے غلبے کے بعد شماریاتی تحقیق کرنی چاہیے تھی کہ کس نے قتل عام کی چکی چلائی ہے اور کس نے حصول مقاصد کے پیش نظر بہت سارے لوگوں کو سزا دینا بھی مناسب سمجھا۔ اس پر مسلم اور غیر مسلم مورخ بلکہ مشرقی اور مغربی معارف بھی متفق ہیں کہ جب سقوط غرناطہ ہوا تو کس قدر قتل وغارت کا بازار گرم کیا گیا اس کے برعکس جب فتح اندلس ہوئی تو کس قدر امن امان کے ساتھ عوام الناس محفوظ رہے۔ جب صلیبی فوجوں نے "معرة النعمان" پر غلبہ پایا تو محض تین دن ایک لاکھ مسلمان قتل کر ڈالے۔ اسی طرح انطاکیہ کو فتح کیا تو مسلمانوں کے گھر گرا دیے گئے بلا تفریق سب کو تہ تیغ کیا گیا۔ جب عیسائیوں نے بیت المقدس کو فتح کیا تو ستر ہزار سے زائد مسلمانوں کی گردنیں اڑا ڈالی بہت سارے یہودی مذبح میں چھپ گئے تو وہاں ان کو جلا دیا گیا۔[18]

مسلمانوں کی مغربی غلاموں پر شفقت

یہاں اہل مغرب سے ایک غلطی یہ بھی ہوئی کہ انہوں نے مسلمانوں کو جارحانہ تصور کیا حالانکہ ان کی جارحیت مغرب کی

جارحیت کے مقابلے میں ذرے کے برابر بھی نہیں۔ اسلام نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے جب مسلمانوں نے مغرب کے کئی علاقوں کو فتح کیا تو اس وقت فدیہ لے کر بہت سارے لوگوں کو چھوڑ دیا گیا بہت سارے ایسے غلام تھے جن کی تعداد لاکھوں میں تھی جن کے پاس فدیہ نہیں تھا ان کے اقا ان کے لیے روپیہ خرچ کرنے کو تیار نہیں تھے یہاں مشہور مستشرق لین پول کے حوالے ہی کافی ہیں۔ موصوف لکھتا ہے کہ جب صلاح الدین ایوبی نے فتح پائی تو مسلمان امراء نے بھی نادار اور غریب صلیبیوں کی رہائی میں فدیہ ادا کرنے کا کردار ادا کیا۔ امیر مظفر الدین نے ایک ہزار عیسائیوں کا فدیہ اپنے جیب سے ادا کیا۔ مزید لکھتا ہے کہ چالیس روز تک مفلس عیسائیوں کی رہائی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رعایت کا زمانہ ختم ہو گیا اس پر بھی ہزار ہا غریب اور مفلس عیسائی جنہیں بخیل اور کنجوس تاجروں اور مالدار عیسائی اداروں نے غلام بننے کے لیے چھوڑ دیا تھا شہر میں رہ گئے تھے ان کو مسلمان امراء نے فدیہ دے کر آزاد کروایا۔ اسی طرح یہی مصنف لکھتا ہے کہ الملک العادل نے "ایک ہزار عیسائیوں کو بطور غلام لے کر انہیں اپنی طرف سے آزاد کر دیا۔[19]

اسی طرح جو خواتین قید ہوئی تھی سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان میں سے اکثر کو آزاد کر دیا تھا اور کچھ تو ایسی تھی جو نادار تھی جن کے خاوند مارے جا چکے تھے ان کو جیب خرچ دے کر سلطان نے گھر روانہ کیا۔ اس دو طرفہ کردار پر لین پول کا تبصرہ انتہائی شاندار ہے۔ لکھتا ہے کہ:

> جب ہم سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد اتی ہیں جو صلیبیوں نے فتح بیت المقدس کے وقت کی تھی جب گاڈ فرے اور تنکرو یروشلم کے بازار سے گزرے تو وہاں مسلمانوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور جان بلب زخمی لوٹتے تھے جبکہ صلیبیوں نے بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو سخت اذیتیں دے کر مارا تھا اور زندہ آدمیوں کو جلا دیا تھا۔[20]

یہ تبصرہ بہت بڑا ہے حرف بہ حرف یہاں نقل نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے مرکزی نکات یہ ہیں کہ صلیبیوں نے مقدس شہر کو ذبح خانہ بنا دیا، صلیبی انتہائی بے رحم ہو گئے، صلیبیوں کے کردار سے ان کی عزت خراب ہو گئی، ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ان پر رحم ہو رہا تھا، سلطان تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت اور شہامت میں یکتا اور بے مثل تھا۔ یہی مضمون ایک تاریخ اندلس میں بھی نقل ہوا۔[21]

آزادی اظہار رائے پر پابندی

مغربی کلیسا نے ابتدائی طور پر ایسے اقدامات اٹھائے جن کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی ان کی شدت پسندی کا عالم یہ تھا کہ جو بندہ جسمانی طہارت کے لیے ہر روز نہاتا اسے کافر قرار دے دیا جاتا ہے۔ حتی کہ پاپائے روم نے جرمنی کے بادشاہ فریڈریک ثانی پر بھی اسی تناظر میں کفر کا فتوی لگا دیا کہ یہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔[22]

اسی طرح فلپ دوم نے تمام سقوط غرناطہ کے بعد تمام حمام بند کر دیے اسی طرح اشبیلیہ کے گورنر کو محض اس وجہ سے معزول کر دیا گیا کہ وہ روزانہ ہاتھ دھوتا تھا۔[23] یورپ پر ہے ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے اس وقت کی تمام تر چمک دمک مسلمانوں کی مرہون منت رہی ہے۔ اس سلسلہ پر انہیں چلانے والے ان کو منظم کرنے والے مسلمان ہی تھے۔ جب کہ اسلام کی آمد سے پہلے یہ لوگ درختوں کے پتے تک ابال کر پیتے تھے۔ ہفتے میں ایک دفعہ گوشت عیاشی کی علامت تھا۔ انسانوں کا گوشت بکتا تھا۔ کچے راستے جگہ جگہ پانی، جمع نقل و حمل کے ذرائع محدود، جگہ جگہ ڈاکوں کے ڈیرے، قتل و غارت زنا بالجبر عام تھا، بلکہ

ایک مورخ نے تو یہاں تک لکھا کہ میں واسیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے تاریخ کے صفحات کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے خلاف انسانیت افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو۔[24] کاش ان احسانات سے مغرب کو اسلام کی تفہیم حاصل ہو جاتی۔

اسلام کی انسان دوستی

اہل مغرب آج بھی انسان دوستی کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ ان کے شروع کے ادوار میں انسانیت سوز باتیں پائی جاتی تھیں۔ یورپ کے انسان دشمنی کا عالم یہ تھا کہ زبان کاٹنا، آنکھیں نکالنا، کھال کھینچنا، زندہ جلا دینا یہ ان کی عام سزائیں تھیں۔ جب رومیوں نے روسیوں کو شکست دی تو ان کے قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر ان کے ہار بنا دیے گئے اور دیواروں پر لٹکا دیے گئے اسی طرح مسلمان اسیر جنگ کو سمندر کے کنارے لٹکا کر ان کے پیٹوں میں کیل ٹھونک دیے گئے۔ باسل کے قیصر دوم نے 15 ہزار اسیر ان جنگ کی انکھیں نکال دی تھیں۔[25] یہ تو صرف چند مثالیں ہیں لیکن افسوس صد افسوس اسی یورپ کو اسلام کی وہ سزائیں جو حکمت و مصلحت سے لبریز، یورپی مسلمات کے مماثل ہیں وہ غلط ہو گئیں اسلام میں بدویت نظر آنے لگ گئی۔

اسلام کی علم دوستی

یورپ نشاۃ ثانیہ کے بعد انہی جہالتوں پر اڑا رہا جو اس کو سکھائی گئی تھی حالانکہ نشاۃ ثانیہ کے بعد یورپ میں علمی تفوق کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے حالانکہ ان کا یہ ذوق بھی فتح اندلس کی تبدیلی کا نتیجہ ہے جس پر مغربی مفکرین واضح الفاظ میں اقرار کر چکے ہیں۔ اس کے بر خلاف اسلام جب یورپ میں داخل ہوتا ہے تو وہاں مدارس مراکز اسلامیہ بڑی بڑی جامعات جو صدیوں تک اسلامی ثقافت کا نشان بنی رہی کی بنیاد ڈالتا ہے۔ مغرب مشرق وسطی کے دور میں کس طرح علم سے بیگانہ تھا اس کی مثالیں ملاحظ فرمائیں:

- قیصر جسٹینین نے یونان اور مصر کی تمام درسگاہوں کو بند اور علماء کو ملک بدر کر دیا یہی کام قیصر زینوں نے بھی کیا۔
- فریڈرک ثانی کو پاپ نے مدارس کھولنے پر گمراہ قرار دیا بلکہ دجال تک کہا۔
- بہت عرصے تک راہب یونان اور روم کی کتابیں جلا دیا کرتے تھے اسی طرح پاپا اعظم گریگوری ادب و شعر تاریخ و سانس و دیگر علوم کا سخت دشمن تھا۔
- مؤرخ لیوی، رومی سیاستدان سسرو وغیرہ کی درجن سے زیادہ کتب ضائع کر دی گئیں۔
- چوتھی صلیبی جنگ میں جب صلیبیوں کا لشکر قسطنطنیہ پہنچا تو وہاں کی تمام آبادی کو لوٹ لیا اور ساری کتابیں جلا دیں۔
- طرابلس کی لائبریری کو جس میں تیس لاکھ کتب تھیں کو جلا دیا گیا۔
- سقوط اسپین کے بعد وہاں کی مذہبی عدالت نے چھ ہزار کتب جلا دینے کا حکم دیا۔
- سپین میں جہاں بھی مسلمانوں نے کتب خانہ قائم کیے تھے پادریوں نے ان کتابوں کو جلا دیا صرف ایک شہر طلیطلہ کی لائبریری میں 80 ہزار سے زائد کتب نظر آتش کر دی گئی تھیں۔

انتہائی ظالمانہ سزائیں

اہل کلیسا نے بہت سے سائنس دانوں زندہ جلایا جن میں وینی، سرومیٹس، برونو، کپلر، امریکہ کو دریافت کرنے والے کولمبس کو سالہا سال جیل میں رکھا گیا۔ اہل مغرب پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی وہاں تعلیمی معیار کو معراج پر پہنچا دیا

اس کے باوجود بھی اسلام کے بارے ان کے کلیسا نے مسلسل غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں۔ اہل مغرب صرف شدت پسندی سرکشی عناد بغض میں مبتلا تھے ورنہ مغرب پر اسلام نے جتنا احسانات کیے ہیں چاہیے تھا کہ مغرب اسلام کے صحیح تفہیم میں انہی واقعات سے استدلال کرتا ہوں لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ مخصوص افراد اور مخصوص گروہوں نے درجہ خدا پر فائز ہو کر اتنے زیادہ جھوٹ گھڑے کہ جن کا بیان بھی نہیں ہو سکتا۔

اسلام کی تفہیم میں اہل مغرب میں بڑی رکاوٹ شدت پسندی، تعصب، عناد و سرکشی، نسلی تفوق اور اہل کلیسا کی مختلف چالیں تھیں۔ حالانکہ اسلام نے اپنے دور میں یورپ پر بہت زیادہ اثرات مرتب کی اور یہ تمام اثرات وہ تھے جو جدید یورپ کا نقشہ بنے بلکہ بنیاد بنے۔ اسلامی تہذیب و تمدن نے ان کے تمدن میں بہتری پیدا کی ان کے اندر سے کئی علماء پیدا ہوئے، یہاں کے سلاطین نے علم نوازی کی مثالیں قائم کی درسگاہیں بنائیں کتب خانے تیار کیے یورپی زبانوں پر ان کے اخلاق و اقدار پر مثبت اثرات مرتب کیے۔ اسلامی علوم وفنون میں یہاں کی سرزمین پر باقاعدہ ایجاد و صنعت میں بے مثال ترقی حاصل کی ہے کاغذ قطب نما بارود گھڑیاں عینک تیار نظام الوقت وغیرہ متفرق چیزیں ان کی جھولی میں ڈالیں۔ علوم طبیعی، علم طب، فلسفہ، ریاضی، علم ہئیت، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ پر بے شمار علماء یہاں سے رہتی دنیا تک نام ثبت کر دیا۔ جس یورپ کی پوری تاریخ اسلام کی مرہون منت رہی اس نے اسلام کو دہشت گردی کا دین قرار دے دیا اسلام سے خوفزدہ ہو گیا اسلام کے پیغمبر کو بہت حد تک غلط صورت میں پیش کیا۔

نتائج بحث

اس تحقیق کے تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انحطاطِ اندلس محض ایک سیاسی یا عسکری زوال نہیں تھا بلکہ یہ ایک گہرا فکری، تہذیبی اور علمی موڑ (epistemic shift) تھا جس نے مغرب کے تصورِ اسلام کو بنیادی طور پر تبدیل کر دیا۔ ذیل میں تحقیق کے اہم نتائج پیش کیے جاتے ہیں:

- اندلس کے عروج کے دور میں مغرب اور اسلام کے درمیان تعلق علمی تبادلے، تہذیبی تعامل اور مشترکہ ترقی پر مبنی تھا، جس کے نتیجے میں مغرب نے اسلامی علوم، سائنسی طریقہ کار اور فکری روایت سے بھرپور استفادہ کیا۔ تاہم سقوطِ اندلس کے بعد یہی تعلق تصادم، تعصب اور نظریاتی تشکیل میں تبدیل ہو گیا۔ اس تبدیلی نے مغرب میں اسلام کی ایک نئی تصویر قائم کی جو علمی حقیقت کے بجائے سیاسی و مذہبی محرکات سے متاثر تھی۔
- اہلِ کلیسا اور صلیبی ذہنیت نے مغربی فکر کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی قیادت نے نہ صرف عوامی جذبات کو ابھارا بلکہ اسلام کے خلاف ایک منظم بیانیہ تشکیل دیا، جس میں تحریف، مبالغہ اور مفروضات کو بطور علمی حقیقت پیش کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں مغرب میں اسلام کو ایک "دشمن تہذیب" کے طور پر دیکھا جانے لگا۔
- مغربی تاریخ نگاری میں اسلامی کردار کو یا تو نظر انداز کیا گیا یا اسے شعوری طور پر کمزور کیا گیا۔ تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ اندلسی علمی ورثے کو مغربی ترقی کی بنیاد کے طور پر استعمال تو کیا گیا، مگر اس کے اصل مصادر اور اسلامی شناخت کو پس منظر میں دھکیل دیا گیا۔ یہ عمل نہ صرف علمی ناانصافی تھا بلکہ ایک تہذیبی و ثقافتی انتساب کی صورت بھی اختیار کر گیا۔
- مغرب میں تہذیبی برتری (civilizational superiority) کا تصور اسی دور کے بعد مضبوط ہوا، جس میں یہ مفروضہ قائم کیا گیا کہ مغربی تہذیب ہی آفاقی، ترقی یافتہ اور انسانیت نواز ہے، جبکہ دیگر تہذیبیں، خصوصاً اسلامی تہذیب، زوال پذیر اور غیر مؤثر ہیں۔ یہ تصور بعد ازاں استعماریت اور جدید استشراقی فکر کی بنیاد بنا۔

- تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انحطاطِ اندلس کے اسباب صرف بیرونی نہیں تھے بلکہ مسلمانوں کی داخلی کمزوریاں، سیاسی انتشار، اور فکری جمود بھی اس زوال میں شامل تھے۔ تاہم، مغرب نے ان عوامل کو نظر انداز کرتے ہوئے مکمل طور پر ایک یکطرفہ بیانیہ تشکیل دیا جس میں اپنی کامیابی کو برتری اور اسلام کے زوال کو فطری کمزوری کے طور پر پیش کیا گیا۔
- ایک اہم نتیجہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ مغرب میں "بنیاد پرستی" (fundamentalism) کا تصور تاریخی طور پر عیسائیت کے اندر پیدا ہوا، لیکن بعد ازاں اسے اسلام کے ساتھ منسلک کر دیا گیا، جس سے فکری مغالطے اور تہذیبی غلط فہمیاں مزید گہری ہوئیں۔

الغرض مغرب کا موجودہ تصورِ اسلام زیادہ تر تاریخی تعصبات، مذہبی کشمکش، اور طاقت کے ڈھانچوں کا نتیجہ ہے، نہ کہ خالص علمی و معروضی تحقیق کا۔ اس کے برعکس، تاریخی شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی تہذیب نے نہ صرف مغرب کی فکری بنیادوں کو مضبوط کیا بلکہ جدید یورپ کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔

سفارشات

- مغرب میں رائج تصورِ اسلام کے مقابل ایک مضبوط اور منظم متبادل علمی بیانیہ تشکیل دیا جائے جو تاریخی شواہد پر مبنی ہو۔
- اندلسی علمی ورثے کی از سرِ نو بازیافت کر کے اس کے حقیقی اثرات اور نسبت کو عالمی سطح پر واضح کیا جائے۔
- اسلامیات کی تحقیق میں مغربی فریم ورک پر انحصار کے بجائے اسلامی اصولِ علم (Islamic epistemology) کو بنیاد بنایا جائے۔
- مسلم محققین کو دفاعی انداز چھوڑ کر فعال اور تخلیقی علمی پیداوار کی طرف بڑھنا چاہیے۔
- اسلام اور مغرب کے تعلق کو تصادم کے بجائے باہمی انحصار اور اشتراکِ تہذیب کے زاویے سے پیش کیا جائے۔
- تعلیمی نصاب میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جو طلبہ میں تنقیدی شعور اور تاریخ کے تجزیاتی مطالعہ کو فروغ دیں۔
- مغربی علمی بیانیے میں موجود تعصبات کو واضح کرنے کے لیے منظم اور مسلسل تحقیقی کاوشیں کی جائیں۔

References

[1] Falāḥī, ʿUbayd Allāh Fahd, *Siyāsiyāt-i Islām awr Maghrib kī Minhājiyāt* (New Delhi: Monthly Zindagi Nou, January 2002), 85.
[2] Ibid.
[3] Ibid, 86.
[4] Ibid.
[5] Ibid.
[6] Ibid, 88.
[7] Ibid, 90.
[8] Ibid.
[9]O'Callaghan, Joseph F., *Reconquest and Crusade in Medieval Spain* (Pennsylvania: University of Pennsylvania Press, 2013), 213.
[10]Ibid.
[11] Nadwī, Riyāsat ʿAlī, *Tārīkh-i Andalus* (Lahore: Makkī Dār al-Kutub, 2003), 381.
[12]al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh, *Ḍiyāʾ al-Nabī* (Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1418 AH), 6:57.
[13] Ibid.
[14] Nadwī, Muʿīn al-Dīn Aḥmad, *Islām awr ʿArabī Tamaddun* (Aʿẓamgaṛh: Dār al-Muṣannifīn Shiblī Academy, 2010), 2:492.
[15]Ibid.
[16] Ibid.
[17] al-Azharī, *Ḍiyāʾ al-Nabī*, 6:66.
[18] al-Ḥalabī, Ghundar al-Jāwī, *al-Ḥurūb al-Ṣayqaliyyah* (Miṣr: Maktabat al-Bawāriq, 1988), 382.
[19] Lane-Poole, Stanley, *Moors in Spain (Musalmānān-i Andalus)*, trans. Sayyid ʿAbd al-Ghanī Wārisī (Lucknow: al-Nāẓir Press, 1919), 620.
[20] Lane-Poole, *Moors in Spain*, 620.
[21]Ibid., 154.
[22] Barq, Ghulām Jīlānī, *Europe par Islām ke Iḥsān* (Lahore: Shaykh Ghulām ʿAlī & Sons, 2000), 76.
[23] Pickthall, Muḥammad Marmaduke, *Tahdhīb-i Islāmī*, trans. ʿAṭā Allāh Shaykh (Lahore: Muḥammad Ashraf, 1963), 56.
[24] Barq, *Europe par Islām ke Iḥsān*, 77.
[25] al-Azharī, *Ḍiyāʾ al-Nabī*, 6:87